

اہل بیت نبوی ﷺ کیلئے ممانعت زکوٰۃ اور عصر حاضر

تحریر: نسیم محمود، لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ علامہ اقبال کالج، سیالکوٹ

جب ہم احادیث نبویہ ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں متعدد روایات ایسی ملتی ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی اہل بیت پر صدقات حرام قرار دیے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں:

”عن ابی ہریرہ قال: اخذ الحسن بن علی تمرۃ بن تمر الصدقة فجعلها فی فیہ۔ وکان طفلاً۔ فقال رسول اللہ ﷺ کخ (۱) ارم بها ما علمت انا لا ناکل صدقة“ (۲)

(حضرت حسن بن علی المرتضیٰ صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی جبکہ وہ بچے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: اسے پھینک دو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے)

جبکہ عاملین زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ میں سے اجرت دینا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

”إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا“ (۳)
”بے شک صدقات (زکوٰۃ) فقراء، مساکین اور عاملین (زکوٰۃ اکٹھی کرنے اور تقسیم کرنے کا کام کرنے والے لوگوں) کے لیے ہے“

لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کے باوجود اپنی اہل بیت کو اس مال سے استفادہ کی اجازت نہ دی بلکہ اپنے چچا حضرت عباسؓ کی اس خواہش کو کہ انہیں عامل زکوٰۃ بنادیا جائے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ:

”ما كنت لاستعملك على غسالة ذنوب المسلمين“ (۴)

”میں تمہیں مسلمانوں کے گناہوں کے دھوون کے استعمال کی اجازت نہیں دینا چاہتا“

بلکہ یہ صدقہ تو آپ ﷺ نے بنو ہاشم کے غلاموں کے لیے بھی حرام قرار دیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ آپ ﷺ کے خادم ابورافعؓ نے عامل زکوٰۃ کی اجرت کے حصول میں شریک ہونے کے لیے عاملین زکوٰۃ کے ساتھ کام کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے انہیں یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ:

”ان الصدقة لاتحل لنا وان موالی القوم من انفسهم“ (۵)

”بے شک صدقہ ہمارے لیے حلال نہیں ہے اور کسی قوم کے موالی (غلام) بھی انہیں میں سے ہوتے ہیں“
زکوٰۃ کن کے لیے حلال نہیں:

اب غور طلب بات یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ حرام قرار دی ہے تو ان لوگوں کی تعیین کے بارے میں فقہاء میں قدرے اختلاف ہے ہاں البتہ تمام فقہاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بنو ہاشم میں آل علی آل عباس آل جعفر آل عقیل آل حارث بن عبدالمطلب ہیں۔ البتہ حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں حارث کے علاوہ دوسروں کی اولاد پر بھی زکوٰۃ حرام ہے کہ نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی مشہور روایت کے مطابق ان کے لیے یہ حرام ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے زکوٰۃ کو ان کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ (۶) لہذا امام ابوحنیفہؒ کے موقف کے مطابق ابولہب کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اس لیے کہ بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ کی حرمت ان کی عزت و مکرم کی خاطر ہے۔ اور عزت و مکرم کا وہی مستحق ہے جس نے کہ آپ ﷺ کی مدد کی ہو اور دور جاہلیت اور ایام اسلام میں آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف آپ ﷺ کی معاونت کی ہو اور یہ بات واضح ہے کہ ابولہب حضور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کا سب سے زیادہ متمنی تھا لہذا اس کی اولاد کو اس عزت و مکرم کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (۷) یہی وجہ ہے کہ ابولہب کی ذریت پر زکوٰۃ حرام نہ ہوئی بلکہ بوقت ضرورت ان کو اس رقم میں سے ادائیگی کی جاسکتی ہے۔

نقلی صدقات:

نقلی صدقات میں یہ عمومی حکم ہے کہ جس طرح ان کا استعمال دوسرے لوگوں کے لیے جائز و حلال ہے اسی طرح بنو ہاشم کے لیے بھی ان سے استفادہ جائز ہے۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی اس ذیل میں فقہاء کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر تو صدقہ صلہ رحمی کی خاطر ہو اور نقلی ہو تو پھر (بنو ہاشم کے لیے اس کے استعمال میں) کوئی حرج نہیں اور بعض مالکیہ نے نقلی صدقہ ان کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ امام احمدؒ کی اس بارے میں دو روایات ہیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے بھی اس ذیل میں دو موقف ہیں۔ ایک کے مطابق نقلی صدقہ ان کے لیے حلال اور دوسرے کے مطابق حرام ہے۔ (۸)

جبکہ مشہور مفسر ابو عبد اللہ قرطبیؒ کہتے ہیں:

”واختلفوا فی جواز صدقة التطوع لبني هاشم، فالذی

علیہ جمہور اہل العلم وهو الصحيح ان صدقة التطوع
لاباس بهالبنی ہاشم وموالیہم لان علیاً والعباس
وفاطمة رضوان اللہ علیہم تصدقوا ووقفوا علی جماعۃ من بنی

ہاشم وصدقاتہم الموقوفة معروفة مشہورۃ“ (۹)

”فقہاء نے بنو ہاشم کے لیے نفلی صدقہ کے جواز میں اختلاف کیا ہے اور جمہور اہل علم کا
موقف اور یہی صحیح موقف ہے کہ نفلی صدقہ میں بنو ہاشم اور ان کے غلاموں کے لیے کوئی
خرج نہیں ہے اس لیے کہ (حضرات) علی، عباس اور فاطمہ رضوان اللہ علیہم نے بنو ہاشم کی
ایک جماعت پر صدقات کئے اور ان کے لیے وقف کئے اور ان کے وقف شدہ صدقات
مشہور و معروف ہیں“

واجب صدقات:

عام فقہاء کا موقف ہے کہ وہ صدقات جن کی ادائیگی لازم اور ضروری (واجب) ہے جس
طرح صدقہ فطر اور کفارہ وغیرہ تو ایسے صدقات بنو ہاشم کے لیے حلال نہیں۔ لہذا ایسے صدقات ان
کو دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن عام فقہاء سمجھتے ہیں کہ اس موقف سے یہ ثابت نہیں ہوتا تمام فقہاء کا اس بات
پر اجماع ہے۔ اس لیے کہ امام ابو جعفر طحاوی، حضرت ابن عباس کی روایت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

”تتشیر الی اباحتہا لہم“ فذهب الی ہذا الحدیث واما

حوا الصدقة علی بنی ہاشم“ (۱۰)

یہ (روایت صدقہ کے) ان کے لیے جائز ہونے کا اشارہ کرتی ہے لہذا (فقہاء کی) ایک

جماعت نے اسی روایت کو لیتے ہوئے بنو ہاشم پر صدقہ حلال قرار دیا ہے۔

لیکن جب غور کیا جائے تو مسئلہ زیر بحث میں آئمہ اربعہ اور ان کے پیروکار بھی متفق نظر آتے
ہیں۔ لہذا تحقیق مسئلہ میں مزید آگے بڑھنے سے پہلے ہمارے لیے مناسب یہی محسوس ہوتا ہے کہ پہلے
آئمہ اربعہ اور ان کے قبیحین کی آراء کا سرسری جائزہ لے لیا جائے۔

احناف کا موقف:

امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ تمام کے تمام صدقات خواہ وہ وجوبی ہوں یا نفلی
ہر دو صورت میں ان کا بنو ہاشم کو دینا جائز ہے اور پانی کے چشموں کے حوالے سے انہی سے مروی ہے کہ
ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی پر صدقہ کر سکتا ہے۔ (۱۱) لیکن فقہ حنفی میں مشہور روایت جسے ابن سماء نے امام

ابو یوسفؒ سے نقل کیا اور یہ امام ابو یوسفؒ ہی کی رائے ہے کہ بنو ہاشم کے لیے کسی دوسرے سے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ”احکام القرآن الکریم“ میں ہے اور ابن سماعہؒ نے ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے:

بنو ہاشم کی زکوٰۃ بنو ہاشم کے لیے حلال ہے۔ ہاں ان کے علاوہ کسی اور کی زکوٰۃ ان کے لیے حلال نہیں ہے۔ اور امام طحاویؒ بھی امام ابو حنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: بنو ہاشم کا ہر قسم کے صدقہ کے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک امام صاحب کا یہ مؤقف اس لیے ہے کہ صدقات بنو ہاشم پر تو اس لیے حرام قرار دے دیئے گئے کہ مالِ فُس یعنی ذوی القربی والے حصہ میں بنو ہاشم کا بھی حصہ تھا تو جب یہ حصہ ان کو ملنا بند ہو گیا تو جو کچھ ان کے لیے حرام قرار دے دیا گیا تھا وہ حلال ہو گیا کیونکہ جو کچھ ان کے لیے حلال تھا وہ ان کو نہیں مل رہا۔ (۱۲)

امام طحاویؒ نے اس ذیل میں امام ابو یوسفؒ کے حوالے سے امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت نقل کی ہے جسے ابوسلمہؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱۳) اور وہ یہ ہے کہ بنو ہاشم کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ دوسروں سے سوال کرنے کی بجائے زکوٰۃ لے لیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور جس میں ہم رہ رہے ہیں بنو ہاشم اور دیگر سادات کرام کے لیے زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ (۱۴)

امام طحاویؒ یہ مؤقف بیان کر کے کہتے ہیں:

”فبهذا نأخذ“ (۱۵) ”ہم بھی اسی رائے کو لیتے ہیں“

یہی مؤقف علامہ انور شاہ کاشمیریؒ اور ماضی قریب کے دیگر اہل علم نے اپنایا ہے۔ (۱۴)

مالکیہ کا مؤقف:

مالکیہ سے اس بارے میں مندرجہ ذیل چار متضاد اقوال مروی ہیں:

۱۔ یہ مطلق جائز ہے۔

۲۔ مطلقاً ناجائز ہے۔

۳۔ نفلی صدقہ جائز اور وجوبی صدقہ ناجائز ہے۔

۴۔ وجوبی صدقات تو جائز ہیں مگر نفلی صدقات ناجائز ہیں۔ (۱۷)

لیکن امام مالکؒ کا مشہور مؤقف یہی ہے کہ وجوبی نفلی ہر قسم کے صدقات بنو ہاشم کے لیے ناجائز ہیں (۱۸) لیکن فقہاء مالکیہ میں امام ربہری سے یہ بھی مروی ہے کہ جب مالِ فُس ان سے روک لیا جائے اور ان کو ان سے محروم کر دیا جائے تو تب ایسی صورت میں ان کے لیے زکوٰۃ جائز ہے۔ (۱۹)

شافعیہ کا مؤقف:

شوافع کا مشہور مؤقف یہ ہے کہ وجوبی صدقات سادات کے لیے حلال نہیں ہیں اور اسی پر ان کا عمل بھی ہے مگر ابن حجر کا مؤقف اس سے ذرا مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بنو ہاشم کے لیے حصول مال کی کوئی بھی صورت باقی نہ رہے تو پھر بعض شافعیہ نے زکوٰۃ لینا ان کے لیے جائز قرار دیا ہے اور ان کی اس رائے کا یہی سبب ہے کہ حصول مال کی ان کے ہاں کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ (۲۰)

علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے عقد الجید میں بیان کیا ہے کہ یہی رائے امام رازی کی ہے (۲۱) اور ابن تیمیہؒ نے تو یہاں تک صراحت سے بیان کر دیا ہے کہ ابوسعیدؓ صطخری شافعی نے ان کو رہن شدہ برتنوں کی زکوٰۃ سے استفادہ کی اجازت دی ہے۔ (۲۲)

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ نے بھی دیگر فقہاء کی طرح ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے سادات اور بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ کو منع قرار دیا ہے۔ لیکن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جب سادات اور بنو ہاشم کے لیے مال کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو پھر ان کے لیے زکوٰۃ کے حصول میں گنجائش نکل آتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

”وبنوہاشم اذا منعوا من خمس الخمس جازلهم الاخذ من الزکوۃ وهو قول القاضي يعقوب وغيرهم من اصحابنا وقاله ابو يوسف والاصطخري من الشافعيه لانه محل حاجة وضرورة“ (۲۳)

”بنو ہاشم کو جب مال خمس کے پانچویں حصہ سے محروم کر دیا جائے تو ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے اور یہی قاضی یعقوب اور ہمارے دیگر ساتھیوں کا موقف ہے۔ اور یہی بات ابو یوسفؒ صطخری شافعی نے بھی کی ہے اور یہ حاجت اور ضرورت کا موقع ہے“

دلائل ائمہ اربعہ سے ماخوذ نکات:

درج بالا بحث سے مندرجہ ذیل نکات مترشح ہوتے ہیں:

- ۱۔ زکوٰۃ سادات اور بنو ہاشم پر مطلقاً حرام ہے اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔ اس بارے میں وارد مختلف احادیث سے بھی اس کی تائید ملتی ہے۔
- ۲۔ بعض فقہاء نے بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ مطلقاً جائز قرار دی ہے اور وہ اس مؤقف پر ان روایات کو دلیل بناتے ہیں جن میں یہ بیان ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم پر صدقہ کیا۔ چنانچہ ابو جعفر

طحاویؒ نے اس سے متعلق متعدد احادیث روایت کرنے کے بعد ان کا جواب بھی یوں دیا ہے کہ یہ صدقات نفلی تھے جبکہ جدید محققین میں سے ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے یہاں ایک نکتہ پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ سے متعلق حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے کلمہ ”آل“ کا ذکر کیا ہے کلمہ ”ذریعہ“ کو بیان نہیں کیا۔ تو قرآنی اسلوب ہمارے سامنے حقیقت یوں واضح کرتا ہے کہ کلمہ ”آل“ کا اطلاق کسی شخص کی اس اولاد پر ہوتا ہے جو کہ اس کی ہم عصر ہو جبکہ کلمہ ”ذریعہ“ کا اطلاق موجودہ اور آئندہ دونوں نسلوں پر ہوتا ہے۔ پس کلمہ ”آل محمد ﷺ“ کا اطلاق صرف آپ ﷺ کے ان ہم عصر لوگوں پر ہوگا جو کہ بنو ہاشم سے ہوں اور اس سے مراد قیامت تک آنے والے تمام بنو ہاشم مراد نہیں ہوں گے لیکن اس استدلال میں ہم دو طرح سے غور کر سکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ ہم سابقہ تمام فقہاء کو جب پڑھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی فقہیہ یا امام نے یہ فرق بیان نہیں کیا بلکہ آئمہ اربعہ نے جیسا کہ صحیح روایات سے واضح ہوتا ہے اس کلمہ ”آل بنی ہاشم“ میں قیامت تک آنے والی تمام نسلوں کو شامل کیا ہے۔ اور نہ اہل سنت نے ان دونوں میں لغوی اعتبار سے ہی کوئی فرق بیان کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ ایسا نہیں ہوا کہ حدیث نبوی ﷺ میں صرف اور صرف کلمہ آل کا ہی ذکر ہو بلکہ تحریم زکوٰۃ کے ذیل میں بنو ہاشم کا ذکر بھی آیا ہے۔ اور کلمہ ”من فلان“ کا اطلاق لغوی طور پر موجودہ اور آئندہ دونوں خاندانوں پر بلا تفریق ہوتا ہے۔

۳۔ بعض فقہاء کا یہ موقف ہے کہ بنو ہاشم کے لیے بنو ہاشم ہی کی ادا کردہ زکوٰۃ لینا جائز ہے اور یہ موقف امام ابو یوسف اور ایک روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور اس پر ان کی طرف سے جو دلائل بیان کئے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

i۔ حضرت ابن عباسؓ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے ہم پر لوگوں کے صدقات حرام قرار دیے ہیں تو کیا ہمارے (بنو ہاشم) صدقات ہمارے آپس میں ایک دوسرے کے لیے بھی حلال ہیں کہ نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں (حلال ہیں)

ii۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کے باہر سے ایک عورت آئی اور آپ ﷺ نے اس سے کچھ سامان خریدا اور چند اوقیہ کے نفع پر پھر بیچ دیا اور حاصل شدہ منافع کو بنو عبدالمطلب کے مساکین پر صدقہ کر دیا۔

iii۔ حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد نے نبی کریم ﷺ کے پاس

صدقہ کا وہ اونٹ لینے بھیجا جو کہ آپ ﷺ نے انہیں دیا تھا۔ (۲۴) اسی طرح اس ذیل میں ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے اس اونٹ کے بارے میں آپ ﷺ سے بات چیت کی۔ (۲۵)

دوسری روایت کے سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اونٹ صدقات واجبہ سے نہ تھا بلکہ یہ صدقات نافلہ میں سے تھا اور امام ابو جعفر طحاوی نے بھی اسے صدقات نافلہ پر ہی محمول کیا ہے۔ (۲۶) رہی تیسری روایت تو اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے انہیں بیت المال سے اونٹ دیا ہو اور یہ بات تو واضح ہے کہ آپ بیت المال میں مختلف قسم کی مدد سے حاصل شدہ جانور بھی رکھا کرتے تھے۔ اور ان میں غالب اکثریت صدقہ کے جانوروں کی ہوا کرتی تھی۔ تو ایسی غالب اکثریت کی بنا پر راوی نے ”اعطاها من الصدقة“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر مردود و سراسر مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ والے اونٹوں میں سے نہ ہو بلکہ صدقات نافلہ والے اونٹوں میں سے ہو۔

جن لوگوں نے سادات و بنو ہاشم کے لیے صدقات و زکوٰۃ کو جائز قرار دیا ہے وہ اپنے مؤقف پر سابقہ بیان کردہ احادیث کو دلیل بناتے ہیں اور ایک طرح سے یہ ان کے مؤقف کی اصل بنیاد ہیں مگر اس کے باوجود یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں غور و خوض کی اشد ضرورت ہے۔

۴۔ ایک چوتھی رائے یہ ہے کہ سادات کے لیے بنیادی طور پر زکوٰۃ جائز نہیں ہے مگر آج کل جبکہ ان کے لیے بیت المال میں مالِ خمس کا پانچواں حصہ جو کہ انہی کے لیے مخصوص ہوا کرتا تھا باقی نہیں رہا تو پھر سابقہ آراء کی طرح ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ یہ آئمہ اربعہ کے پیروکار و جید علماء کی رائے ہے اور خود امام ابو حنیفہؒ سے بھی اسی قسم کی رائے منقول ہے۔ اور یہ تمام سادات کے لیے زکوٰۃ کی حرمت کی علت مالِ خمس پر ان کا استحقاق بتاتے ہیں۔ جی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”اے اہل بیت تم پر کوئی صدقہ حلال نہیں یہ تو ہاتھوں کا دھوون ہے اور تمہارا حق مالِ خمس کا پانچواں حصہ ہے جو کہ تمہیں مالدار کر دے گا“ تو آج جبکہ ان کے لیے مالِ خمس جیسا کوئی مال نہیں رہا جن سے کہ حالت فقر میں ان کی مدد کی جاسکے تو اب اگر وہ غریب ہیں اور کوئی ذریعہ آمدن بھی نہیں ہے تو مالِ زکوٰۃ سے بھی ان کو محروم کرنا ان کے ساتھ سراسر زیادتی ہوگی اور ان کو جیتے جی مارنے والی بات ہوگی۔

سابقہ بحث پر جب غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سادات پر صدقات و زکوٰۃ کی حرمت کی علت مالِ خمس میں ان کا استحقاق ہے جو کہ آج اسلامی ممالک میں باقی نہیں رہا۔ دوسرا یہ کہ ایسے اموال ان پر اس لیے حرام کئے گئے کہ یہ ایک طرح سے معیوب اور گناہوں کا کفارہ سمجھے جاتے تھے۔ جبکہ سادات کو ان تمام قباحتوں سے دور رکھا گیا اور ان کے غرباء و مساکین کی پرورش کے لیے الگ سے

ایک ذریعہ آمدن (مالِ خمس) قائم کر دیا گیا۔ مزید یہ کہ لوگ جن کو صدقہ و زکوٰۃ دیتے ہیں ان کے وقار اور عزت و منزلت کو اپنی نظروں میں کم سمجھتے ہیں جبکہ شارعِ علیہ السلام نے ان کو ایسی بے قدری سے بچانے کے لیے یہ حکم صادر فرمایا مگر آج جبکہ غریب پروری کا مالِ خمس والا ذریعہ ختم ہو گیا تو اس صورت حال میں اگر مالِ زکوٰۃ سے بھی سادات و بنو ہاشم کو محروم کر دیا جائے تو گویا اپنے ہاتھوں سے ان کو موت کے منہ میں دھکیلنے والی بات ہے۔ ویسے بھی حقوق کی پاسداری جس طرح پہلے تھے آج نہیں ہے۔ ان کا حق تو یہ تھا کہ افرادِ امت ان کو اس قسم کے مال سے بچانے کے لیے صدقہ کی بجائے کوئی رقم ان کو دیتے مگر نفسانفسی کے اس عالم میں یہ بھی نہ ہوا۔ لہذا ایک تو ان کی زندگی اجیرن ہو گئی دوسرا اگر کوئی محنت مزدوری کر کے گزراوقات کے لیے چند کوڑیاں اکٹھی کر بھی لیتا ہے تو اس کے بچے تو دینی تعلیم و تربیت سے محروم رہ گئے کیونکہ ہمارے مدارس زیادہ تر صدقات و زکوٰۃ پر چل رہے ہیں۔ لہذا وہ ان میں بھی پڑھنے کے قابل نہ رہے کیونکہ زکوٰۃ سے استفادہ ان کے لیے جائز نہیں اس طرح علم و آگہی کے دروازے ان پر بند ہو گئے۔ اب جہالت اور افلاس کی تقسیم کے علاوہ اور کچھ بھی باقی نہ رہا۔ لہذا ان تمام حالات میں سادات کے لیے صدقہ اور زکوٰۃ کا جواز ایک ضرورت بن گیا۔

ابن عابدین حیض کے ذیل میں مختلف رنگوں کے بارے ضعیف اقوال ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں:

معراج میں فخر الائمہ سے مروی ہے کہ ”اگر مفتی ضرورت کے مواقع پر آسانی پیدا کرنے کے لیے ضعیف اقوال پر ہی فتویٰ دے دے تو یہ بہتر ہوگا“ اسی طرح امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ: منی جب شہوت کے خاتمہ کے بعد نکلے تو ضعیف قول کے مطابق اس سے غسل لازم نہیں ہوگا اور انہوں نے مسافر کو جسے شک کا خوف ہو اسی پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے اور یہ سب ضرورت کی بنا پر ہوا (۲۷) تو گویا فقہاء کے نزدیک جب ضرورت ہو تو ضعیف قول پر بھی فتویٰ دینا اور اس پر عمل کرنا جائز ہوا۔

المختصر اس بحث کا لب لباب یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ امام ابو جعفر طحاویؒ علامہ ابہریؒ مالکیؒ اصطخریؒ شافعیؒ امام فخر الدین رازیؒ علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ انور شاہ کا شمیریؒ جیسے کبار فقہاء کے نزدیک عند الضرورت زکوٰۃ سادات و بنو ہاشم کے لیے جائز ہے بلکہ شریعت تو عند الضرورت قوت لایموت کے برابر حرام کھانے کی بھی اجازت دے دیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ
فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم“ (۲۸)

”بے شک (اللہ تعالیٰ نے) تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیا گیا ہو حرام کر دیا ہے پھر جو شخص مجبور ہو جائے وہ نہ (گناہ کی) خواہش کرنے والا ہو اور نہ ہی حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔
بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

تو اس طرح سادات کو بھوکوں اور فاقوں مرنے دینے اور لوگوں کے سامنے مجبور ہو کر دامن سوال پھیلا کر ذلیل و رسوا کرنے سے بہتر ہے کہ عزت اور وقار کے ساتھ مالِ زکوٰۃ ان تک پہنچا دیا جائے کیونکہ سوال کرنے کی ذلت اور بھوکوں مرنے کی تکلیف سے بہتر ہے کہ مجبوری کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے مال سے اپنی ضرورت کو پورا کر لیا جائے۔

حوالہ جات

- ۱۔ النویدی، محی الدین یحییٰ بن شرف: شرح صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ: باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ
وعلی آلہ ایضاً: ج ۱ ص ۳۳۳: الطبعة الثانية: ۱۹۵۶ء قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی۔
- ۲۔ حوالہ سابقہ بخاری: ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل: الجامع الصحیح: کتاب الزکوٰۃ: باب بایذ کرفی
الصدقة للمنی ﷺ: ج ۱ ص ۲۰۲: طبعہ ثانیہ: ۱۹۶۱ء قدیمی کتب خانہ آرام باغ، کراچی
- ۳۔ سورة التوبة: ۶۰۔
- ۴۔ ابن حسان الدین: علاء الدین علی المتقی: کنز العمال: ج ۴ ص ۳۰۹: مؤسسة الرسالة بیروت ۱۹۷۹ء
- ۵۔ ابو داؤد: سلیمان بن اشعث: السنن: کتاب الزکوٰۃ: ج ۱ ص ۲۴۰: مکتبہ امدادیہ: ملتان
- ۶۔ رحمة الامة: کتاب الزکوٰۃ: ص ۱۱۵
- ۷۔ کمال الدین: محمد بن عبد الواحد: فتح القدر: باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز:
ج ۲ ص ۲۱۳: مکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ
- ۸۔ بدر الدین: ابو محمد محمد بن احمد الغینی: عمدة القاری: ج ۹ ص ۷: دار الفکر بیروت
- ۹۔ قرطبی: ابو عبد اللہ محمد بن احمد: الجامع لاحکام القرآن: ج ۸ ص ۱۹۱
- ۱۰۔ الطحاوی: ابو جعفر احمد بن محمد: شرح معانی الآثار: کتاب الزکوٰۃ: باب الصدقة علی بنی ہاشم
ج ۱ ص ۳۴۷: طبعہ اولیٰ: ۱۹۷۰ء ایجوکیشنل پریس، کراچی۔
- ۱۱۔ عمدة القاری: ج ۹ ص ۸۱
- ۱۲۔ شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۳۵۲
- ۱۳۔ عمدة القاری: ج ۹ ص ۸۱
- ۱۴۔ انور شاہ کشمیری: محمد، فیض الباری علی صحیح البخاری: ج ۳ ص ۵۲: طبعہ اولیٰ: ۱۹۳۸ء:
- ۱۵۔ شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۳۵۲
- ۱۶۔ فیض الباری: ج ۳ ص ۵۲
- ۱۷۔ عمدة القاری: ج ۹ ص ۸۱
- ۱۸۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج ۸ ص ۹۱
- ۱۹۔ فتح الباری: ج ۳ ص ۳۵۴

- ۲۰۔ فتح الباری ج ۳، ص ۳۵۴
- ۲۱۔ فیض الباری ج ۳، ص ۵۲
- ۲۲۔ ابن تیمیہ، تقی الدین، مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴، ص ۴۵۶، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع
- ۲۳۔ حوالہ بالا
- ۲۴۔ سنن ابی داؤد ج ۱، ص ۲۴۰
- ۲۵۔ عثمانی، ظفر احمد، اعلاء السنن ج ۹، ص ۸۰، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی
- ۲۶۔ شرح معانی الآثار ج ۱، ص ۳۵۲
- ۲۷۔ ابن عابدین، محمد بن امین، رد المحتار علی الدرر المختار ج ۱، ص ۲۱۱، طبعہ اولیٰ ۱۳۹۹ھ، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ
- ۲۸۔ سورۃ البقرۃ: ۱۷۳